پاکستان میں انسانی اسمگلنگ کی صورتحال پر رپورٹ برائے سال 2010ء

پاکستان ایسے مَردوں، عورتوں اور بچوں کی فراہمی کا ذریعہ بھی ہے، گزرگاہ بھی اور منزل مقصود بھی، جن سے جبری مشقت اور عصمت فروشی کرائی جاتی ہے۔ انسانی اسمگلنگ کا سب سے بڑا مسئلہ جبری مشقت ہے، جس کا گڑھ سندھ اور پنجاب کا زرعی شعبہ اور اینٹوں کے بھٹے ہیں۔ کان کنی اور قالین بافی کے شعبہ میں بھی کسی حد تک جبری مشقت کی لعنت موجود ہے۔ جبری مشقت کرنے والے مَردوں، عورتوں اور بچوں کی تعداد کے بارے میں تخمینوں میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے، تاہم ان کی تعداد ایک ملین سے کہیں زیادہ ہے۔ ایسے واقعات بھی پیش آئے کہ جب ان مزدوروں نے زیادتی کے خلاف سر عام آواز بلند کی تو زمینداروں نے انھیں اور ان کے بال بچوں کو اغوا کرالیا۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی خرید وفروخت، انھیں کرائے پر دینے یا اغوا کرنے کے واقعات بھی ہوئے۔ ان اغوا شدہ لوگوں سے منظّم اور غیر قانونی طریقے سے بھیک منگوائی جاتی ہے، گھروں میں غلاموں کی طرح کام لیا جاتا ہے، عصمت فروشی کرائی جاتی ہے اور کھیتی باڑی کرائی جاتی ہے۔ غیر قانونی لیبر ایجنٹ کئی والدین کو بڑی بڑی تنخواہوں کا جھانسہ دے کر ان سے بچے لے لیتے ہیں، جن کا بعد میں استحصال کیا جاتا ہے اور ان سے جبراً گھروں میں کام کاج کرایا جاتا ہے یا غیر ہنرمند مزدوروں کی طرح دکانوں اور دوسری جگہوں پر مشقت لی جاتی ہے۔ ایسے ایجنٹوں کو، جنھوں نے بچوں کو اونٹ دوڑ میں استعمال کرنے کے لئے متحدہ عرب امارات اسمگل کیا، کوئی سزا نہ دی گئی اور وہ بدستور بچوں کی اسمگلنگ کا دھندا جاری رکھے ہوئے ہیں۔ لڑکیوں اور عورتوں کی زبردستی شادی کرائی جاتی ہے اور بعض صورتوں میں ان کے نئے ''شوہر'' انھیں پاکستان سے باہر لے جاتے ہیں اور ان سے زبردستی دھندا کراتے ہیں۔ این جی اوز اور پولیس نے ایسی منڈیوں کے بارے میں بتایا جہاں لڑکیوں اور عورتوں کی عصمت فروشی کروانے اور مشقت کے لئے ان کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ غیر ریاستی جنگجو گروپ بارہ بارہ سال تک کے بچوں کو اغوا کر لیتے ہیں یا اُن کے والدین کو جھانسہ دے کر ان سے بچے لے لیتے ہیں اور انھیں بطور جاسوس، جنگجو یا خودکش بمبار استعمال کرتے ہیں۔ جنگجو ان بچوں سے جنسی یا جسمانی زیادتی بھی کرتے ہیں اور نفسیاتی حربے استعمال کرتے ہوئے انھیں قائل کرتے ہیں کہ ان سے جو واردا تیں کرائی جاتی ہیں، وہ نیک مقصد کے لئے ہوتی ہیں۔

بہت سے پاکستانی مَرد اور عورتیں رضا کارانہ طور پر خلیجی ریاستوں، ایران، ترکی، جنوبی افریقہ، یوگنڈا، یونان اور دوسرے یورپی ملکوں کو جاتے ہیں، جہاں وہ کم ہنرمندی والے کام کرتے ہیں مثلاً گھر کا کام کاج، ڈرائیونگ یا راج مزدوری۔ ان میں سے بعض لوگ لیبر اسمگلنگ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ لائسنس یافتہ اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز کے ماتحت ایجنٹ یا غیر قانونی ایجنٹ روزگار کا جھانسہ دے کر پاکستانی مزدوروں سے بھاری فیس وصول کرتے ہیں۔ بعد میں یہ پاکستانی مزدور طرح طرح کے استحصال کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض مزدور بیرون ملک مقروض ہو جاتے ہیں اور انھیں مجبوراً غلامی کی زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ بیرون ملک آجر ان مزدوروں کے خلاف طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں، مثلاً ان کی نقل وحرکت پر پابندی لگانا، مزدوری روک لینا، ڈرانا دھمکانا یا جسمانی یا جنسی زیادتی کرنا۔ انسانی اسمگلرز ان مزدوروں کے خلاف تشدد کرنے اور انھیں تنہائی میں رکھنے جیسے نفسیاتی حربے بھی استعمال

کرتے ہیں۔وہ مشرق وسطیٰ اور یورپ میں پاکستانی عورتوں اورلڑکیوں کوعصمت فروشی پر مجبور کرنے کے لئے ان کی سفری دستاویزات اور شناختی کاغذات اپنے قبضے میں لے لیتے ہیں۔ایران اور پاکستان کے مابین بچوں کی اسمگلنگ کی بھی اطلاعات ملی ہیں،جنھیں بدکاری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔افغانستان،آذربائیجان اورایران سے مَردوں،عورتوں اور بچوں کو پاکستان کے راستے اسمگل کیا جاتا ہے اورانھیں جبری مشقت اورعصمت فروشی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

حکومت پاکستان اگرچہ انسانی اسمگلنگ کی روک تھام کیلئے کم سے کم مطلوبہ اقدامات پر پوری طرح عمل نہیں کرتی تاہم وہ اس سلسلے میں کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے۔جہاں تک انسانی اسمگلروں کے خلاف قانونی کارروائی اور جبری مشقت کی روک تھام کا تعلق ہے۔جبری مشقت بھی انسانی اسمگلنگ کی ایک شکل ہے۔حکومت نے کافی حدتک سنجیدگی کا مظاہرہ کیا ہے تاہم جبری مشقت میں ملوث مجرموں یا اُن کی مدد کرنے والے سرکاری اہلکاروں کے خلاف کوئی فوجداری کارروائی نہیں کی گئی۔حکومت نے کوئی ایسا ٹھوس لائحہ عمل بھی وضع نہیں کررکھا جس سے ایسے لوگوں کی نشاندہی کی جاسکے اوران کا تحفظ کیا جا سکے،جوانسانی اسمگلنگ کا شکار ہوسکتے ہیں۔

پاکستان کے لئے سفارشات:

نفاذ قانون کے اقدامات میں نمایاں اضافہ کیا جائے،جس میں جبری مشقت اورعصمت فروشی کیلئے کی جانے والی انسانی اسمگلنگ پرسخت سزامقرر ہو،اور ان لیبرایجنٹوں کوبھی سخت سزادی جائے،جوغیرقانونی سرگرمیوں میں ملوث ہوں؛ ہرسطح پرایسے سرکاری اہلکاروں کے خلاف سختی سے تفتیش کی جائے اور انھیں سزادی جائے،جوجبری مزدوروں کی اسمگلنگ سمیت انسانی اسمگلنگ میں ملوث ہوں یامدد دیتے ہوں؛سرکاری اہلکاروں کوجبری انسانی اسمگلنگ اور رضاکارانہ انسانی اسمگلنگ کے درمیان فرق سمجھایا جائے؛ انسدادِاسمگلنگ کے بارے میں اعدادوشمارجمع کرنے،ان کا تجزیہ کرنے اوران کے بارے میں رپورٹ تیارکرنے کا طریقہ کاربہتر بنایا جائے؛ اسمگلنگ کے متاثرین کی نشاندہی کا طریقہ کاربہتر بنایا جائے؛سول سوسائٹی،بیوروآف امیگریشن اور سمندرپارپاکستانیوں کی وزارت کے ویلفیئراتاشیوں کے درمیان اشتراک عمل بڑھایا جائے تاکہ اسمگلنگ کا شکارلوگوں کی حفاظت کی جاسکے؛عمان میں وفاقی ادارہ برائے تحقیقات (ایف آئی اے) آفس کی کامیابیوں کوسامنے رکھتے ہوئے افرادی قوت درآمد کرنے والے دوسرے ملکوں میں بھی اس مثال پرعمل کیا جائے؛ اورجبری مشقت کی روک تھام کے بارے میں پنجاب میں جاری منصوبے کی طرح دوسرے صوبوں میں بھی اسی طرح کے انتظامات کئے جائیں۔

قانونی کارروائی:

حکومت پاکستان نے 2009ء میں انسانی اسمگلنگ کی روک تھام کے بارے میں قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں پیشرفت کی۔اگرچہ انسانی اسمگلنگ کی روک تھام کے بارے میں داخلی قوانین کی کمی کی وجہ سے نفاذ قانون میں رکاوٹ پیش آئی،تاہم اس طرح کے جرائم سے نمٹنے کے لئے متعدد دوسرے قوانین کواستعمال میں لایا گیا۔ضابطہ تعزیرات پاکستان کی متعدد دفعات اورصوبائی قوانین انسانی اسمگلنگ کی بعض صورتوں کوجرم قرار دیتے ہیں،مثلاً غلامی،بچوں کوعصمت فروشی کے لئے بیچنااورغیرقانونی جبری مشقت وغیرہ۔ان پرجرمانے سے لےکرعمرقید تک کی سزائیں مقرر ہیں۔انسانی اسمگلنگ کی روک تھام کے آرڈی ننس PACHTO کے تحت پاکستان میں ہرقسم کی انسانی اسمگلنگ کی ممانعت ہے۔اس طرح کے جرائم پرسات سے چودہ سال تک قید کی سزامقرر ہے۔سرکاری اہلکاروں اورسول سوسائٹی کے نمائندے بتاتے ہیں کہ ججوں کو PACHTO کے اطلاق اورسخت سزاسنانے میں مشکلات

پیش آتی ہیں کیونکہ اسی طرح کے جرائم کے لئے ضابطہ تعزیرات پاکستان میں جو تعریف مقرر کی گئی ہے، اس میں اختلاف اور ابہام پایا جاتا ہے۔ جبری مشقت کے خاتمہ کے ایکٹ BLAA میں جبری مشقت کی ممانعت ہے اور اس جرم پر سزا مقرر ہے، جو 2 سے 5 سال قید، جرمانہ یا دونوں سزاؤں پر مشتمل ہے۔ پاکستانی حکام نے اس ایکٹ کے تحت ابھی تک کسی کو سزا نہیں دی اور اس قانون پر نظر ثانی کرنے اور اس میں بہتری لانے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ مذکورہ بالا جرائم پر سزاؤں میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔ بعض سزائیں خاصی سخت ہیں اور آبروریزی اور اس طرح کے دوسرے جرائم پر دی جانے والی سزاؤں سے مطابقت رکھتی ہیں جبکہ بعض سزائیں۔ جن میں معمولی جرمانے یا ایک سال سے کم مدت کی سزائے قید شامل ہے، کماحقہٗ سخت نہیں ہیں۔

2009ء میں حکومت نے PACHTO کے تحت 385 مجرموں کو سزا سنائی۔ یہ تعداد 2008ء کے مقابلہ میں بقدر 357 زیادہ ہے۔ حکومت نے انسانی اسمگلنگ کے مجرموں کو دی جانے والی سزاؤں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ گزشتہ برسوں میں اس قانون کے تحت دی جانے والی سزائیں زیادہ سخت نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ عصمت فروشی کیلئے اسمگلنگ کی اطلاعات کے باوجود ایف آئی اے نے PACHTO کے تحت اس طرح کے ایک درجن سے بھی کم جرائم کی رپورٹ دی۔ سرکاری اہلکاروں نے بھی اکثر رضا کارانہ اور جبری انسانی اسمگلنگ کو خلط ملط کیا، بالخصوص پبلک بیانات اور میڈیا کو بتائے جانے والے اعداد و شمار میں۔ 2009ء میں پاکستان نے 2,894 عدد مقدمات چلانے اور 166 مقدمات میں سزا سنانے کی اطلاع دی۔ یہ سزائیں انسداد آوارہ گردی آرڈی ننسوں اور ضابطہ تعزیرات کی مختلف دفعات کے تحت دی گئیں، جنھیں حکام بعض اوقات انسانی اسمگلنگ کے جرائم پر مقدمہ چلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یہ واضح نہیں ہوسکا کہ ان مقدمات اور سزاؤں میں سے کتنی کا تعلق جبری انسانی اسمگلنگ سے تھا۔ اس بات کی تصدیق ہو چکی ہے کہ حکومت نے بچے اسمگل کرنے والے کم از کم تین افراد کو سزا دی تاہم یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ سزائیں جبری مشقت پر دی گئیں یا جبری عصمت فروشی پر۔ یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ کس نوعیت کی سزائیں دی گئیں۔ حکومت نے کم از کم 500 انسانی اسمگلروں کے خلاف قانونی کارروائی کی۔ 416 کے خلاف عصمت فروشی کے لئے انسانی اسمگلنگ کے جرم پر، 33 کے خلاف لیبر کی اسمگلنگ پر اور 51 کے خلاف عصمت فروشی یا لیبر اسمگلنگ پر۔ جبری مشقت کے خاتمہ کے قانون کے تحت صرف ایک شخص کے خلاف مقدمہ چلایا گیا لیکن کوئی سزا نہیں دی گئی۔

بعض جاگیردار اور زمیندار سیاسی پارٹیوں سے وابستہ ہیں یا سرکاری عہدوں پر فائز ہیں اور جبری مشقت میں ملوث ہونے کے باوجود خود کو ہر قسم کی کارروائی سے بچانے کے لئے اپنا سماجی، اقتصادی اور سیاسی اثر ورسوخ استعمال کرتے ہیں۔ پولیس بھی جبری مشقت کرنے والے مزدوروں کو جاگیرداروں کے چنگل سے نہیں چھڑا سکتی کیونکہ ایک تو اس کی نفری کم ہوتی ہے، دوسرے اس کے پاس وسائل اور ایسی تربیت کی بھی کمی ہوتی ہے جس سے وہ جاگیردار کے مسلح گارڈز کا مقابلہ کر سکے۔ میڈیا اور این جی اوز نے یہ بھی بتایا کہ بعض پولیس والے قحبہ خانوں کے مالکان، جاگیرداروں اور فیکٹری مالکان سے رشوت لیتے ہیں اور ان کی جبری مشقت اور عصمت فروشی کی ان غیر قانونی سرگرمیوں کے خلاف کارروائی نہیں کرتے۔ 2009ء میں غیر قانونی ترک وطن اور انسانی اسمگلنگ میں ملوث ہونے پر 108 سرکاری اہلکاروں کے خلاف انضباطی کارروائی کی گئی، 34 کو معمولی سزائیں دی گئیں، چار کو مستقل برطرف کیا گیا اور ایک کو جبری طور پر ریٹائر کیا گیا۔ ان میں سے بعض اہلکار انسانی اسمگلنگ میں مدد دینے میں ملوث پائے گئے تھے۔

انسانی اسمگلنگ کا شکار ہونے والوں کی نشاندہی کرنے کے لئے عملے کی صلاحیت بڑھانے کی غرض سے 2009ء میں ایف آئی اے کے اہلکاروں اور 250 سے زیادہ قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کے لئے تربیتی کورسوں کا اہتمام کیا گیا۔ یہ تربیت این جی اوز اور مختلف ملکوں کی حکومتوں کے تعاون سے

فراہم کی گئی۔ پاکستان کے مختلف سرکاری اداروں نے ان تربیتی کورسوں کے لئے جگہ، ساز وسامان، سفر اور یومیہ الاؤنس کا انتظام کیا اور قانون نافذ کرنے والے افسروں نے بعض تربیت ورکشاپوں کی قیادت کی اور وہاں عملے کو تربیت دی۔ پولیس اور ایف آئی اے کے اہلکاروں نے اپنی اپنی اکیڈیمیوں میں انسانی اسمگلنگ کی روک تھام کی تربیت دینے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

تحفظ :

حکومت پاکستان نے انسانی اسمگلنگ کا شکار ہونے والوں کی حفاظت کے لئے کچھ پیشرفت کی۔ تاہم ان لوگوں خصوصاً جبری مشقت کرنے والے بچوں، طوائفوں اور کھیتوں اور بھٹوں پر کام کرنے والے مزدوروں کے تحفظ کے لئے حکومت کو وسائل اور قانونی اختیارات کی کمی کا سامنا رہا۔ ایف آئی اے اور پولیس نے اس طرح کے مظلوم مَردوں، عورتوں اور بچوں کو، جن میں سے کئی انسانی اسمگلنگ کا نشانہ بن چکے تھے، وفاقی اور صوبائی حکومت کی پناہ گاہوں اور این جی اوز کے حفاظتی مراکز منتقل کیا۔ تاہم ایسی اطلاعات بھی ملیں کہ بعض سرکاری پناہ گاہوں میں خواتین سے زیادتی کی گئی۔ پناہ گاہوں کو وسائل اور عملے کی کمی کا بھی سامنا رہا اور وہاں گنجائش سے زیادہ لوگ رکھے گئے۔ سندھ کی صوبائی پولیس نے 2009ء میں جاگیرداروں کے قبضے سے 2,000 سے زیادہ مزدوروں کو چھڑایا، تاہم ان جاگیرداروں کے خلاف کوئی مقدمات درج نہیں کئے گئے۔ ایف آئی اے نے بیرون ملک اپنی حفاظتی خدمات کا دائرہ بڑھایا اور عمان میں ایسے پاکستانیوں کو، جنھیں اسمگل کر کے لایا گیا تھا، طبی اور نفسیاتی علاج کی سہولت فراہم کی۔ بعض این جی اوز نے بچوں کے لئے حکومت پاکستان کے قائم کردہ مراکز میں کھانے، علاج اور قانونی امداد کا انتظام کیا۔ بعض این جی اوز اور سرکاری پناہ گاہوں نے، جن میں پنجاب کا بچوں کی حفاظت اور بہبود کا بیورو شامل ہے، بچوں کی بحالی اور انھیں اپنے والدین کے پاس پہنچانے کا بھی انتظام کیا۔ مظلوم خواتین کے لئے 26 سرکاری شہید بے نظیر بھٹو مراکز اور صوبائی حکومتوں کے دارالامان ہیں، جہاں خواتین کے علاج، پیشہ ورانہ تربیت اور قانونی امداد کا انتظام ہے۔ ستمبر 2009ء میں حکومت نے سوات میں ایک بحالی مرکز قائم کیا، جہاں ڈاکٹر اور ماہرین نفسیات اُن بچوں کا علاج کرتے ہیں، جنھیں جنگجوؤں کے قبضہ سے بازیاب کرایا جاتا ہے۔

وفاقی حکومت نے جبری مشقت کے خاتمہ اور آزاد ہونے والے مزدوروں کی بحالی کے قومی ایکشن پلان کے تحت پنجاب اور خیبر پختونخوا (سابق شمال مغربی سرحدی صوبہ) میں مزدوروں کو قانونی امداد دینے کا سلسلہ جاری رکھا اور اس خدمت کا دائرہ بلوچستان اور سندھ تک بھی بڑھایا۔ سندھ کی صوبائی حکومت نے (2005 میں شروع کردہ) 116,000 ڈالر مالیت کے اُس منصوبے پر کام جاری رکھا جس کے تحت رہائشی کیمپوں کے لئے سرکاری زمین دی جاتی ہے۔ اس کے تحت آزاد ہونے والے مزدور خاندانوں کیلئے کم لاگت کے 75 مکان بھی تعمیر کئے گئے۔

حکومت نے اسمگلنگ کا شکار ہونے والے غیر ملکیوں کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ اپنے مجرموں کے خلاف تفتیش میں تعاون کریں۔ اس مقصد کیلئے انھیں یہ سہولت دی گئی کہ وہ جلد از جلد بیان قلمبند کرا کے وطن واپس جا سکتے ہیں یا اگر مقدمے کی کارروائی کے دوران پاکستان میں ان کی موجودگی ضروری ہو تو انھیں اس دوران ملازمت کرنے کی اجازت ہوگی۔ 2009ء میں اس قسم کے تمام غیر ملکیوں نے جلد از جلد بیان قلمبند کرانے کو ترجیح دی اور انھیں مقدمے کے دوران بیان یا ثبوت دینے کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ تاہم حکومت نے ان غیر ملکیوں کو یہ سہولت نہیں دی کہ وہ اُن ملکوں کو واپس جانے کی بجائے، جہاں انھیں سخت سزا یا انتقامی کارروائی کا خطرہ ہو، کسی اور ملک جا سکیں۔ اطلاعات کے مطابق غیر ملکیوں کی ایسی غیر قانونی سرگرمیوں پر ان کے خلاف مقدمہ نہیں چلایا گیا اور نہ ہی انھیں ملک سے نکالا گیا، جس کا انھوں نے اسمگل ہونے کے نتیجہ میں ارتکاب کیا۔ انسانی اسمگلنگ کا شکار ہونے والے

بعض لوگوں کی نشاندہی یا مناسب حفاظت نہیں کی گئی۔ بیرون ملک سے جن پاکستانیوں کو واپس پاکستان بھیجا گیا اور جن میں سے بعض غالباً اسمگل کئے گئے تھے، ان پر 95 ڈالر تک جرمانہ کیا گیا، جو ایک ماہ کی کم سے کم اجرت سے زیادہ ہے۔ پناہ گاہوں میں جگہ اور وسائل کی کمی کی وجہ سے بعض اوقات پولیس نے آزاد ہونے والے مزدوروں کو ایک رات تھانے میں رکھا اور اگلے دن کسی جج کے سامنے پیش کیا۔

2009ء کے دوران حکومت پاکستان نے اونٹوں کی دوڑ کے لئے متحدہ عرب امارات اسمگل کئے جانے والے بچوں کی واپسی اور بحالی کا چار سالہ منصوبہ مکمل کیا۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے این جی اوز اور بین الاقوامی تنظیموں کے اشتراک سے متعلقہ اہلکاروں کو انسانی اسمگلنگ سے نمٹنے کی تربیت بھی دی، جس میں مظلومین کی شناخت، حفاظتی خدمات اور قوانین کے نفاذ کی تربیت شامل تھی۔

انسداد:

حکومت پاکستان نے انسانی اسمگلنگ کے سدباب کی کوششوں میں پیشرفت کی۔ پنجاب کی صوبائی حکومت نے اینٹوں کے بھٹوں پر جبری مشقت کے خاتمہ کیلئے 1.4 ملین ڈالر کے منصوبے پر عملدرآمد جاری رکھا (جو 2008 میں شروع کیا گیا تھا)۔ اس منصوبے کی وجہ سے نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی نادرا کے تعاون سے اب تک تقریباً 6,000 جبری مزدوروں کو کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈز مل چکے ہیں۔ منصوبے کے تحت جبری مزدوروں کو قرضے سے نجات دلانے کے لئے 140,000 ڈالر کے بلاسود قرضے بھی دیئے گئے اور 60 ایسے اسکول کھولے گئے، جہاں کام کرنے کی جگہ پر بھٹہ مزدوروں کے 1,500 سے زیادہ بچوں کو تعلیم دی گئی۔ بیورو آف امیگریشن نے ان پاکستانیوں کو، جو روزگار کے لئے قانونی طور پر بیرون ملک جاتے ہیں، روانگی سے پہلے متعلقہ ملک کے بارے میں ضروری معلومات کی فراہمی جاری رکھی۔ ان معلومات میں بیرون ملک مدد حاصل کرنے کا طریقہ کار بھی شامل ہوتا ہے۔ پنجاب کا بچوں کے تحفظ اور بہبود کا بیورو 20 کمیونٹی ادارے چلا رہا ہے تاکہ بچوں کو مشقت کے لئے اسمگل کئے جانے سے بچایا جا سکے۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے بچوں کے تحفظ کے انتظام کا معلوماتی سسٹم مرتب کیا اور اس پر عملدرآمد شروع کیا۔ یہ نگرانی کا ایک قومی نظام ہے جس کے تحت بچوں کی اسمگلنگ سمیت پانچ مختلف شعبوں میں ضلعی سطح پر اعداد و شمار جمع کئے جاتے ہیں۔

2009ء میں اقوام متحدہ کے امن مشن کے تحت کام کرنے والے تمام 250 پاکستانی فوجیوں کو مختلف سرکاری تربیت گاہوں میں تربیت دی گئی، جس میں انسانی اسمگلنگ کی روک تھام کی تربیت بھی شامل تھی۔ حکومت نے عصمت فروشی کے دھندے کی روک تھام کے لئے بھی، جس میں جبری عصمت فروشی بھی شامل ہے، اقدامات کئے۔ اس مقصد کے لئے طوائفوں کے کم از کم 64 گاہکوں کے خلاف مقدمات چلائے گئے، تاہم انھیں سزا نہیں دی گئی۔ سرکاری حکام نے انسانی اسمگلنگ کی روک تھام کے لئے مختلف اجلاسوں میں شرکت کی یا ان کی صدارت کی۔ فروری 2010ء میں وفاقی حکومت نے 30 سے زیادہ وفاقی اور صوبائی اہلکاروں کے لئے مختلف اداروں کی کانفرنس منعقد کی، جس میں بچوں کی اسمگلنگ اور جبری مشقت کی روک تھام کے طریقوں پر روشنی ڈالی گئی۔ پاکستان انسانی اسمگلنگ کے خاتمے کے اُس معاہدے میں شامل نہیں، جو 2000ء میں منظور کیا گیا تھا۔